ہو الغفور الرحیم

رسالہ در تحقیق زبان اردوے معلے موسوم بنام تاریخی

زبان ریختہ

بصحت تمام وحسن اہتمام وساعات خیر انجام

مطبع نامی منشی نولکشور میں زیب طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ حرف غلط صفحۂ ہستی نقش باطل کارگاہ بلندی و پستی عبد الغفور نساخ سخن پروران گرامی فن و زبان آوران عالی سخن کی خدمت مین عرض رسا ہی کہ جب سے اس سوختۂ تجلی کدہ طور معانی کے دل مین لمعۂ شوق شعر و سخن شعلہ زن ہوا اور آفتاب ذوق مضامین بلند اس ذرۂ بمقدار کے ساحت دل پر پرتو افگن ہوا شعرائے متقدمین و متاخرین زبان اُردو کے اشعار دیکھنے لگا اُنکی زبان اور محاورے مین بہت فرق پایا گیا پئے تحقیق کمر ہمت چست باندھی خوب تفتیش کی برسون اسی فکر مین رہا ایک عمر کو برباد کیا آخر جب بہت سے دیوان و تذکرے نظر سے گذرے بہت سی اُردو کتابین دیکھین بیشتر مسئلے اسکے حل ہوگئے بہت سی باتین معلوم ہوگئین تب جی مین آیا کہ زبان اُردو کی کیفیت کو دل سے زبان پر لاؤن کہ اُردو کس زبان کو کہتے ہین اور وجہ تسمیہ اسکی کیا ہی اور نظم اُردو کو ریختہ کیون کہتے ہین اور کب سے یہ زبان اقلیم ہند مین مروج ہوئی ہی اور کیونکر اصل ہندی مین تصرف ہوتا گیا اور کس طرح پر تغیر و تبدل واقع ہوا اور کس عہد کے شعرا کی زبان کا کیا طرز تھا پس معلوم ہو کہ زبان اُردو کو اُردو کیون کہتے ہین اسکی وجہ تسمیہ کو بعضون نے اسطرح پر لکھا ہی کہ زبان فارسی و ترکی مین اُردو لشکر کو کہتے ہین اور چونکہ یہ زبان لشکری و حضوری و ایستادگان پاے تخت شاہی کے زبان پر جاری ہوئی اسلیے اس زبان کا نام اُردو پڑگیا چنانچہ صاحب دستور شگرف نے بھی جس مقام مین

توضیح اقسام زبان پارسی کی ہی زبان دری کی تعریف مین یہ بات لکھی ہی کہ جس زبان
مین حاضران دربار یابان درگاہ سلاطین گفتگو کرتے تھے اُس زبان کو در دولت سلطان
کی طرف منسوب کر کے دری کہتے ہین یہی حال زبان اُردو کے اُردو نام پڑھنے کا
بھی ہی اور بعضون نے نظم اُردو کے ریختہ کہلانے کی وجہ تسمیہ کو اسطرح پر بیان کیا ہی
کہ معمارون کے محاورے مین ریختہ اُس مصالحہ کو کہتے ہین جسکو واسطے استحکام در و
دیوار کے چند اجزا مخلوط کر کے بناتے ہین اور چونکہ زبان اُردو کے نظم مین بھی الفاظ
عربی مثل اللہ و رسول و فارسی مثل دل و زبان و ترکی مثل چاقو و باورچی و عبرانی
مثل یوسف و ہارون و یونانی مثل کیمیا و قرطاس و اصطرلاب و ہندی مثل
پچھر و پتلا و انگل و سنسکرت مثل موتی دانت لیجاؤ و زبان ٹامل مثل اڑو یعنی ماش
و زبان تلنگا مثل ٹراجو کدو و ماش وغیرہ چیزون سے کھانے کے لیے بناتے ہین و
زبان گجرات مثل ننہا معنی خورد کے و زبان چین مثل لیچی یا لیچو میوہ معروف و زبان ملائی مثل
گدام و زبان امریکا مثل تمباکو کی ترکیب ہی اسیلیے اسکا نام ریختہ رکھا گیا ہی زبان اُردو
روزمرہ شہر دہلی کو کہتے ہین اُس شہر مین قدیم الایام ہی برابر زبان ہندی مروج
تھی ہر شخص اُسی زبان مین کلام کرتا تھا جب سن پانسو اٹھاسی ہجری مین سلطان معز الدین
مشہور بہ شہاب الدین محمد غوری نے ملک ہند پر چڑھائی کی اہل ہند کو شکست دی
پتھورا کا کام تمام کیا تمام ملک ہند سلاطین غور کے قبضۂ اختیار مین آیا رفتہ رفتہ زبان
قدیم مین لفظ فارسی عربی و ترکی ملتا گیا اُس عہد مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے کہ انتقال
اُنکا سنہ سات سو پچیس ہجری مین واقع ہوا ہی بہت سے شعر بطور ملمع کے کہے ہین چنانچہ یہ شعر اُنکا ہی

شعر

زحال مسکین مکن تغافل دُرائے نینان بنائے بتیان | کہ تاب ہجران ندارم اے جان نہ لیہو کاہے لگائے چھتیان

جب محمد شاہ بن تغلق شاہ سریر آرائے سلطنت ہوئے ظلم و ستم مین اُنکا شہرہ ہوا یا سخن
دہلی پر یہ ایک تازہ ظلم کیا کہ اُنکو شہر مین رہنے نہ دیا دیوگیر معروف بدولت آباد مین بھیجدیا
اور پھر قبل اپنی سلطنت کے زوال کے اُن لوگون کو دہلی مین منگوا لیا اس نقل و

حرکت کے باعث بہت سے الفاظ دکھنی بھی زبان دہلی مین ملگئے ہین زبان مین ایک نقص پیدا ہوا اور وہی انداز گفتگو آخر عہد جہانگیر شاہ تک رہا ولیکن جب شاہجہان بادشاہ نے سنہ ایک ہزار اٹھاون ہجری مین شاہجہان آباد کو آباد کیا اور شہر قدیم کہ پہلوے اندرپت مین تھا معطل ہو کر ملقب بہ شہر کہنہ و قلعہ کہنہ ہوا شاہجہان آباد مین اطراف وجوانب عالم سے ہر قسم کے ذی علم اور صاحب استعداد و رقابل لوگ آکر مجتمع ہوئے قدیم ہندی متروک ہونے لگی محاورے مین فرق ہونے لگا زبان اُردو کی ترقی شروع ہوئی تو بھی دکھنی لفظون کا استعمال رہا کیا اور سبب اسکا یہ تھا کہ جو لوگ ہمراہ رکاب سلاطین ممالک دکھن کو جاتے تھے اشعار شعراے دکھن مثل احسن و احمد و اشرف و جعفر و خوشنودی و سالک و سعدی و عزیز اللہ و فضلی و لطفی و محمود و ہاتفی و ہاشم کے لاتے تھے اور وہ اشعار مطبوع طبع باشندگان شاہجہان آباد ہوتے تھے اسی طرح الفاظ دکھنی رواج پاتے تھے شعرای مذکورہ بالا کے چند شعر یہ ہین -

احسن

جب تے سنو پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہون
یا بیگ پی آیا کرین یا مجھکو لین بلوا کر

احمد

بھرین دو نین کی چھگلان صبوری ساتھ لے توشہ
کمر ہمت کی باندھی اور بیت کی باٹ پر نکلے

اشرف

پیا بن دیرے تئین سر اگ بجایا ہی جو بہونی ہو سو ہو جاوی
بھبھوت اب جوگیون کا انگ لایا ہی جو ہونی ہو سو ہو جاوی

جعفر

غمزان سے دیکھو شوخ مجھے مار کر چلے
مجروح تب یہ راہ منی ہٹار کر چلے

خوشنودی

سب رین جلگی سیج پر تو بھی سجن آیا نہین
چپ چپ کے دیکھی باٹ مین درسن کو دکھلایا نہین

سالک

پھرون بیہوش ہو کر مین برہنہ پا بدل تیرے
یقین بوجھو تمن پیارے کہ سالک لم بہاتا ہی

سعدی

ہمنا تمن کو دل دیا تمنے لیا اور دکھ دیا	تم یہ کیا ہم وہ کیا یہ ہی جگبت کی ریت ہی
دردیں کے کہہ کر دن روروبخون دل بھرن	پیش سگ کوبیت دھرون پیا سانچای میتہ ہی
سعدی غزل انگیختہ شیروشکر آمیختہ	در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہی ہم گیت ہی

عزیز اللہ

مجھ ہنجان ہین کیا سکت بوبون جولیان کی صفت	عاجز عزیز اللہ اوپر دکھن کے سب پیران مرد

فضلی

رکھوں ہوں ہنجان جانان تصدق تجکیہ نے کو	کیا سب تن کومین ٹپ اجہون درس نیاے ہون

لطفی

تجھ عشق کی اگن سے شعلہ ہو جال اٹھا جیو	دل موم کے نمونہ گل گل پگھل گیا ہی
مین عشق کی گلی مین گھائل پڑا تھا تپسر	جوبن کا ماتا آکر مجھکو کھندل گیا ہی

محمود

محمود تجھ مین پورا دستا ہنر وفا کا	ہی کیا ہنر جو بھاوے توپی کو اس سرے

ہاتفی

تیری انکھان زلف سے کافر ہوا سارا جہان	اسلام او تقوی کہان زہد او مسلمانی کدھر

ہاشم

دکھن او ہند کے دلبر ہمن سے بیحجاب اچھے	اگرچہ ٹکڑے چاند سے پر جنکے خط سے پیچ تاب اچھے

ولیکن ان سبھون مین محمد ولی وکی سرآمد تھا ان امثال تھا بلکہ اپنے عہد مین شعر گوئی مین بیمثال تھا اسکے شعر مین نوعی غزلیت بھی ہی اور دوسرون کے بنسبت اسکے کلام مین فصاحت وبلاغت بھی ہی۔

اشعار ولی

خط کے آنے سے خبردار کیا گل رو کو	نشۂ ہوش ہی اس بادہ ریحانی مین
ترک کر اے رقیب مرعونی	آہ میری عصاے موسے ہی

مرا دل مجھ سے کر کے بیوفائی　　پسند خاطر خوبان ہوا ہی
اک دل نہین آرزو سے خالی　　ہر جا ہی محال اگر خلا ہی
سن ولی رہنے کو دنیا مین مقام عاشق　　کوچۂ زلف ہی یا گوشۂ تنہائی ہی

یہ شخص عالمگیر بادشاہ کے آخر عہد مین اورنگ آباد سے دار الخلافت مین آیا تھا اور اُسی عہد سے شاہجہان آباد مین اردو شعر کہنے کا رواج ہوا اور بیشتر صاحب علم اور موزون طبعون نے اس زبان مین شعر کہا ہی چنانچہ میر معز موسوی خان فطرت نے کہ سادات موسویہ قسم سے تھے اور سنہ ۱۱۰۱ گیارہ سو ایک ہجری مین وفات پائی تھی اور شاعر کامل مرزا عبد القادر بیدل مرحوم نے بھی کہ سنہ ۱۱۳۳ گیارہ سو تینتیس ہجری مین انتقال کیا اور میرزا عبد الغنی بیگ قبول نے بھی کہ سنہ ۱۱۳۹ گیارہ سو انتالیس ہجری مین قضا کی اس زبان مین شعر کہے ہین چنانچہ ان شعرون سے ظاہر ہی

فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہی　　در خانۂ آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہی

بیدل

مت پوچھ دل کی باتین وہ دل کہان ہی ہم مین　　اس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہی ہم مین
جب دل کی آستان پر عشق آن کر پکارا　　پردے سے یار بولا بیدل کہان ہی ہم مین

عبد الغنی بیگ قبول

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہی نعرہ زن　　تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان پھرے

بہر کیف محمد شاہ بادشاہ کے اوائل عہد یعنی سنہ ۱۱۳۳ گیارہ سو تینتیس ہجری مین جب دیوان ولی دکھن سے شاہجہان آباد مین آیا اسکی شہرت ہوئی ہر جگہ مشہور ہوا سبھون نے اُسکو دیکھا بجا لا رواج شعر ہندی کا بہ نسبت سابق کے بہت زیادہ ہو گیا اُس عہد کے سخنوران نامی و نکتہ پروران گرامی مین نجم الدین آبرو معروف بشاہ مبارک شرف الدین علیخان پیام شیخ ظہور الدین حاتم جعفر علیخان زکی میر سجاد محمد شاکر ناجی ہین یہ اشعار اُنکے ہین۔

آبرو

کیون چھپا ظلمت مین گر اُس لب سے شرمندہ نہ تھا　　جان کچھ باقی مری ہی چشمۂ حیوان کے بیچ

دیوے لیکے دل وہ جعدِ شکین
اگر باور نہو تو مانگ دیکھو

پیام

بات منصور کو فضولی ہی
ورنہ عاشق کو آہ سولی ہی

حاتم

آتا ہی اب نشہ کی طرف جی کبھو کبھو
ساقی نگاہ مست ادھر بھی کبھو کبھو

تم تو بیٹھے ہوئے یہ آفت ہو
اُٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو

مفلسی اور دماغ اے حاتم
کیا قیامت کرے جو دولت ہو

پیری مین آج یار مرا ہمکنار ہی
ساقی شتاب آکہ خزان مین بہار ہی

بے خود اس دور مین ہین سب حاتم
اندنون کیا شراب سستی ہی

سر کو ٹپکا ہی کبھو سینہ کبھو کوٹا ہی
ہمنے شب ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہی

ہر صبح اُٹھ بتون سے مجھے رام رام ہی
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہی

زکی

سُنکے احوال مرا ناصح مشفق نے زکی
ہاتھ سے ہاتھ ملے حیف سے سینہ کوٹا

سجاد

لب شیرین یہ اُسکے مرتا ہون
زندگی اپنی تلخ کرتا ہون

جب ہم آغوش یار ہوتے ہین
سب مزے در کنار ہوتے ہین

بتون کے تیئن کسقدر مانتا ہی
یہ کافر مرا دل خدا جانتا ہی

ناجی

ماہرو جب سفید پوش ہوا
ہر طرف چاندنی کا جوش ہوا

ترے رخسار کے پرتو سے ای شوخ
پری خانہ ہوا گھر آرسی کا

غم نہین گر دلبری سے دلکو لیجاتا ہی وہ
پاس مرے تب تو آتا ہی جو دل پاتا ہی وہ

ان بتونکو ہم فقیرون سے کہو کیا کام ہی
یہ تو طالب زر کے ہین اور یان خدا کا نام ہی

غرض غصہ مین کبھی اہل وفا کی نہ سُنے
ہٹ پہ آجاے وہ کافر تو خدا کی نہ سُنے

لیکن اُن سبھون مین افصح ظہورالدین حاتم تھا اُس سے ایک دیوان زبان قدیم مین دوسرا دیوان مسمے بہ دیوان زادہ زبان جدید مین یادگار ہی اسکے بہت سے نامی شاگرد تھے سب مین ممتاز مرزا رفیع السودا تھا قصیدہ خوب کہتا تھا اور اسکو بڑا فروغ ہوا تھا غرض محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین نظم ہندی کا بڑا رواج ہوا اور بیشتر اہل علم ریختہ کہنے لگے مگر کسی نے محاورۂ قدیم کو ترک نہین کیا آخرش مرشد کامل ہادی آگاہ دل حضرت میرزا مظہر جانجانان رحمۃ اللہ علیہ نے زبان قدیم کی اصلاح کی یعنے پہلے حضرت ہی نے بہ تتبع اشعار فارسی زبان ریختہ کو الفاظ غیر مانوس سے خالی کیا اور ترکیب خوب وبندش مرغوب سے نیا جلوہ دکھلایا اور حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ و میر محمد تقی میر و میرزا سودا و میرزا جعفر علی حسرت نے بھی اور اور جزوی آرائش وپیرایش دیکے زبان قدیم مین وہ تصرف کیا کہ ایک طرز جدید پیدا ہوا یعنی لفظ ستی سے حرف تے اور لفظ ایدھر اور لفظ پیر بہ معنی بازو وغیرہ سے حرف یا اور لفظ اودھر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے حرف واؤ کو نکال دیا اور باتان اور راتان وغیرہ الفاظ کے علامت جمع کو واؤ و نون سے بدل دیا وبیتم و درسن وپاتی و درین وسانجھ و بھیتر وبرہ واگن و سجن وغیرہ الفاظ کو ترک فرمایا اور اسی زبان مین قلندر بخش جرات وغلام ہمدانی مصحفی و انشاء اللہ خان ومیر حسن دہلوی ونصیر دہلوی وغیرہ شعرائے دہلی ولکھنو شعر کہتے رہے چنانچہ اشعار مرقومہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

مظہر

اگرچہ الطاف کے قابل یہ دلِ زار نہ تھا	لیکن اس جور وجفا کا بھی سزاوار نہ تھا
لوگ کہتے ہین موا مظہر بیکس افسوس	کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا
توفیق دے کہ شور سے اکدم وہ چپ رہے	آخر مرا یہ دل ہی اکھی جرس نہین
اگر ملیے تو خفت ہی نہ ملیے تو قیامت ہی	غرض نازک مزاجون کو محبت سخت آفت ہی

درد

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے	کسلیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم مین
چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

ساقیا یان لگ رہا ہی چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

زندگی ہی یا کوئی طوفان ہی
ہم تو اس جینے کے ہاتھون مر چلے

درد کچھ معلوم ہی یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

میر

گرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم
لیک لگ چلنے مین بلا ہین ہم

ای زبان اسقدر جفا ہم پر
عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

سرمہ آلودہ مت رکھا کر چشم
دیکھ اس وضع سے خفا ہین ہم

ہی نمک سود سب تن مجروح
تیرے کشتون مین میرزا ہین ہم

آستان پر ترے ہی گذری عمر
اسی دروازے کے گدا ہین ہم

تیرے کوچہ مین تا بمرگ رکھا
کشتۂ مستِ وفا ہین ہم

کوئی خواہان نہین ہمارا میر
گویا جنس ناروا ہین ہم

سودا

گل پھینکے ہی اورون کی طرف بلکہ ثمر بھی
ای خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

ای ابر قسم ہی تجھے رونے کی ہمارے
ٹپکا تری آنکھون سے کوئی لخت جگر بھی

ای نالۂ صد افسوس جوان مرنے پہ تیرے
دیکھا نہ کبھی تونے ذرا روے اثر بھی

کس ہستیٔ موہوم پہ نازان ہی تو ای یار
کچھ اپنی شب و روز کی ہی تجھکو خبر بھی

تھی میرے ہی ماتم مین نہین شام سیہ پوش
رہتا ہی سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
آئی ہی سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

حسرت

جگر سوزان ہی دل بیتاب ہی اور چشم گریان ہی
الٰہی دن ہی میرے مرگ کا یا شام ہجران ہی

جو ایسا ہی دل دیوانہ میرے در پی جان ہی
تو پھر اک روز میرا ہاتھ اور اسکا گریبان ہی

اگر چشم حقیقت کو ذرا تو کھول کر دیکھے
تو ای یعقوب ہر اک مصر مین سو ماہ کنعان ہی

بھلا پھر کس سے الفت کیجیے اور کسکو دل دیجے
جسے ہم دوست سمجھے تھے وہ اپنا دشمن جان ہی

برنگ شمع دل جلتا ہی تربت پر مرے سب ہی
چراغ صبح کے مانند کوئی دم کا مہمان ہی

یہ کسکی نعش جاتی ہی کہ جسکے ساتھ ہی گردون
غم و درد و الم فریاد و افغان مرثیہ خوان ہی

قطعہ

گئے ہم اتفاقاً زارات حسرت کے مزار اوپر
جو دیکھا تو بشدت آتش سوزان فروزان ہی

تعجب ہمکو آیا کھول کر دیکھا جو مرقد کو
نہ جسم و پوست باقی ہی نہ نام استخوان ہی

مگر اک راکھ کا تودہ پڑا ہی اور اسمین سے
بیاپے شعلہ اٹھتے ہین اور اک اخگر سا پنہان ہی

جرأت

کوئی یان اسکو لے آؤ بلا کے
بہانہ سے کسی اور آشنا کے

ہزار افسوس کیون ای زندگانی
چلی یون خاک مین ہمکو ملا کے

بتان تیغ تغافل سے نہ مارو
کہ ہین ہم آپ ہی مارے خدا کے

کرے ہی کس مزے سے دل کی چوری
وہ اسکا دیکھنا نظرین چرا کے

نگاہ یار ہی یون جانب دل
نشانے کو کوئی جیسے کہ تا کے

گیا وہ درد پہلو سے کہ جسکو
کبھی روتے تھے ٹک چھاتی لگا کے

چلی منہ موڑ کر کیون ای جوانی
ہمین یہ دلولے اپنے دکھا کے

غضب ہی لیتے ہی آغوش مین ہای
وہ اسکا سانس لینا کسمسا کے

چلو بخشو گنہ بندے کا صاحب
بٹھاؤ اپنی محفل مین بلا کے

اٹھا کر آنکھ گر دیکھون بہ حسرت
تو مجکو ماریو گردن اٹھا کے

بتون کے غم مین وہی یون جان جرأت
کیا کیا تو نے ای بندے خدا کے

مصحفی

ہو اُس صف مژگان سے مقابل کئی دن سے
پھر جان پہ کھیلا ہی مرا دل کئی دن سے

پہ وحشت دل سلسلہ جنبان سفر ہی
پھر سر پہ چڑھی رہتی ہی منزل کئی دن سے

کمر کسے خنجر چڑھاے ہوے تیوری
پھرا ہوا پھرتا ہی وہ قاتل کئی دن سے

حیرت ہی بیان شرم سے وان نیچی نگاہین
پردے ہین نئے بیچ مین حائل کئی دن سے

اُس در پہ کوئی جلئے تو کیا خاک خوش آئے
بھر دی ہی در ارون مین بھی کہگل کئی دن سے

ناقے کو ہی کیا فکر دل آزاری مجنون
خالی لیے پھرتا ہی جو محمل کئی دن سے

ناخن کے خراشون نے تراشے ہین گل اِسمین
سینہ ہی مرا سیر کے قابل کئی دن سے

کوتاہی مدِ نظرِ شوق نے مارا
اب پھر نظر آتا نہین ساحل کئی دن سے

دیکھا ہو کسی نے تو کوئی اُسکو بتادو
روپوش ہوا ہی مرا قاتل کئی دن سے

اے مصحفی دو دن نہ گیا مین تو وہ بولا
آیا نہین در پر مرا سائل کئی دن سے

انشا

ٹک آنکھ ملاتے ہی کیا کام ہمارا
تسپر یہ غضب پوچھتے ہو نام ہمارا

تمنے تو نہین خیر یہ فرمایئے بارے
پھر کن نے لیا راحت و آرام ہمارا

میے جو کہا آیئے مجھ پاس تو بولے
کیون کسلیے کسواسطے کیا کام ہمارا

رکھتے ہین کہین پانون تو پڑتا ہی کہین اور
ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا

ٹک دیکھ ادھر غور کر انصاف یہ ہی داد
ہو جرم و گنہ غیر سے اور نام ہمارا

اے باد سحر محفل احباب مین کہیو
دیکھا ہی جو کچھ حال تہ دام ہمارا

سرگشتگی راحلہ شوق ہی ای عشق
پڑتا ہی نئی وضع سے ہر گام ہمارا

ای برہمن دیر محبت مین صنم کے
اللہ ہی باقی رکھے اسلام ہمارا

ہم کوچۂ دلدار کے ہوتے ہین تصدق
ای شیخ حرم ہی یہی احرام ہمارا

بیتابی دلکی سبب اُس شوخ تک انشا
پہونچے ہی بلا واسطہ پیغام ہمارا

حسن

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو
کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو

خاک مین مت ملاؤ دل کو مرے
جی مین سمجھو ٹک اپنا گھر دیکھو

دیکھ زلف و رخ تمھین ہر وقت
شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو

گل ہوے جاتے ہین چراغ کیطرح
ہمکو ٹک جلد آن کر دیکھو

آپ پر اپنا اختیار نہین — جبر ہی ہم پہ کسقدر دیکھو
رام باتون مین تو وہ ہو نہ سکا — نقش و افسون بھی کوئی کر دیکھو
سخت دل کو نہ سمجھو مژگان پر — عاشقی کا ہی یہ ثمر دیکھو
دم ہی آنکھون مین اپنا مثل حباب — ہم تحصین کرتے ہین خبر دیکھو
وصل ہوتا نہین بھلا کیونکر — اپنی ہستی سے تو گذر دیکھو
دیکھتے ہی نہین تو کیا کہیے — کہیے تب حال کچھ اگر دیکھو
ڈھلتے ہو تم تبان اُدھر دیسے — آج کل جسکے ہاتھ زر دیکھو
عشق بازی سے باز آو حسن — چھوڑ دو اپنا یہ ہنر دیکھو

نصیر

مین ہی تھا جو دل کو رہا تھام اب تلک — غم کر چکا تھا ورنہ مرا کام اب تلک
ہمچشمی اُسکی چشم سے ہو کی بھی اسلیے — ہم چھوڑتے ہین دیدۂ بادام اب تلک
ہی یاد اُسکے دل مین ہماری کہ جسنے آہ — بھولے سے بھی لیا نہ کبھی نام اب تلک
یہان چھت سے آنکھین لگ گیئن ادھر وان وہ — آیا نہ حیف تا بہ لب بام اب تلک
مر کر بھی ہمنے اس دل مضطر کے ہاتھ سے — پایا نہ زیر خاک کچھ آرام اب تلک
آ ساقیا شتاب ترے انتظار مین — پڑھتا ہی یان دعاے قدح جام اب تلک
سرگشتہ گو ہون صورت پر کار پر کبھو — باہر رکھا نہ گھر سے کوئی گام اب تلک
صیاد مین وہ صید ہون ہو جسکے حال پر — صد چشم مہر سے نگران دام اب تلک
جون گرد باد خاک ہمین یان قرار ہو — دامن کشان ہی گردش ایام اب تلک
کھا کھا کے داغ سرو چراغان مین بنگیا — ہرگز ملا نہ پر وہ گل اندام اب تلک
ظاہر مین اُسکی گو ہی رکاوٹ پر اے نصیر — جاری ہی رسم نامہ و پیغام اب تلک

اور اُنھین دنون مین الفاظ لاطینی مثل کپتان وغیرہ و الفاظ پرتگیزی مثل نیلام و کمرا و یا و یعنی نان پاؤ وغیرہ و الفاظ فراسیسی مثل فرامین وغیرہ و الفاظ انگریزی مثل گمبی و گلاس و کاگ وغیرہ بھی زبان اُردو مین داخل ہو گئے آخر ش ۔

جب زمانہ حکیم محمد مومن خان مومن و شیخ محمد ابراہیم ذوق و میرزا اسد اللہ خان غالب و شیخ امام بخش ناسخ و خواجہ حیدر علی آتش کا آیا اِن لوگون نے زبان اُردو کے روزمرہ کو خوب صاف کیا اور کلام کو فصاحت و بلاغت سے بھر دیا اور کشتین اور ہیگا وغیرہ بہت سے الفاظ کو استعمال سے خارج کر کے اس زبان کا رتبہ ایسا بڑھادیا کہ اشعار اُردو کو اشعار فارسی کے ہم پہلو کر کے دکھا دیا لیکن اس عہد مین دہلی اور لکھنو کی زبان مین بڑا فرق ہو گیا یعنی شعراے دہلی کے بہت سے ترک کردہ لفظ و ترکیب کو شعراے لکھنو نے جائز رکھا اور بہت سے لفظ و ترکیب کو جو شعراے دہلی کے نزدیک درست تھے شعراے لکھنؤ نے ترک کر دیا تفصیل اُسکی باعث طول کلام ہی لیکن ہیچمیرز کو اوائل فکر سخن سے اس امر کا خیال تھا کہ دہلی یا لکھنو کی زبان مین جو بات اچھی معلوم ہو اسکو اخذ کرون اور جو بات بُری معلوم ہو اُسکو ترک کردون چنانچہ ویسا ہی کیا

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھپہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہی یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی بیٹھے سب مین جو روبرو تو اشارتون ہی سے گفتگو
وہ بیان شوق کا برملا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوئے اتفاق سے گر بہم تو وفا جتانے کو دمبدم
گلۂ ملامتِ اقربا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمھارے جی کو بُری لگی
تو بیان سے پہلے ہی بھولنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سنو ذکر ہی کئی سال کا کہ کیا اک آپنے وعدہ تھا
سو نباہنے کا تو ذکر کیا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کہا مینے بات وہ کون تھی مرے دل سے صاف اُتر گئی
تو کہا کہ جانے مری بلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ بگڑنا وصل کی رات کا وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہین نہین کی ہر آن ادا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا	مین وہی ہون مومن مبتلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ذوق

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہمسے سیکھ جاے	برق مضطر تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
تیر و پیکان چبھتے تھے دل مین دیئے ہمنے نکال	اپنے ہاتھون گھر لٹانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
دیکھکر قاتل کو بھر لائے خراش دل مین خون	سچ تو یون ہی مسکرانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
خط مین لکھوا کر اُنھین بھیجا تو مطلع درد کا	درد دل اپنا جتانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے	دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹ کر	جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
وان ہے ابرو یہان گردن پہ پھیری ہمنے تیغ	بات کا اپنا بھی پانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
اُسکے آمد آمد کی از خود رفتہ ہو جاتے ہین ہم	پیشوا لینے کو جانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
ہمنے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل	تیورون کا تاڑ جانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اسکو غیر	کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہمسے سیکھ جاے
کیا ہوا اے ذوق ہین جون مردمک ہم روسیاہ	لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہمسے سیکھ جاے

غالب

نکتہ چین ہی غم دل اُسکو سنائے نہ بنے	کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبہ دل	اس پہ بنجاے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
کھیل سمجھا ہی کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے	کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے
غیر پھرتا ہی لیے یون ترے خط کو کہ اگر	کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہی تو چھپائے نہ بنے
اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہین تو کیا	ہاتھ آوین تو اُنھین ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہی	پردہ چھوڑا ہی وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے
موت کی راہ نہ دیکھون کہ بن آئے نہ بنے	تمکو چاہون کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے
بوجھ وہ سر سے گرا ہی کہ اُٹھائے نہ اٹھے	کام وہ آن پڑا ہی کہ بنائے نہ بنے
عشق پر زور نہین ہی یہ وہ آتش غالب	کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

ناسخ

یہ نور ہی روے مہ جبین کا کہ ہو خجل چاند چودھوین کا
جو حلقہ ہی زلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہی مشک چین کا

زبسکہ وصف دہان شیرین رہا ہی وردِ زبان شیرین
بدن مین جبتک ہی جان شیرین ادہن مین ہی انگبین کا

وہ چشم فتان ہی غیرت مل وہ زلف پیچان ہی رشک سنبل
عذار مین ہی شباہت گل بدن مین عالم ہی یاسمین کا

یہ جوش پر ہی آنسو کا یم کہ ساتون دریا ہین قطرے ایسے کم
جسے کہ کہتے ہین سب جہنم شرر ہی اک آہ آتشین کا

زبسکہ ہی جوش داغ ہجران ہوا مرا سینہ باغ رضوان
بڑھی ہی گلگشت جاے غلمان خیال پھرتا ہی اک حسین کا

یہ اسکی ہی ساعد ونکا عالم کہ جسنے دیکھا ہوا وہ بیدم
نیام تیغ قضاے مبرم لقب ہی قاتل کی آستین کا

برا ہو بدبخت عاشقی کا نہ دین ہو برباد یون کسی کا
بنا ہی عشق بتان مین ٹیکا نشان سجدے سے جبین کا

اگر ہو پھاہا پرِ سمندر یقین ہی ہو خاک دم مین جلکر
سنا جو ہو آفتاب محشر کھنڈا ہی داغ آتشین کا

طمع ہی انصاف دوستان سے کہ اتنا فرمائین سب زبان سے
کیا ہی ناسخ نے آسمان سے بلند تر رتبہ اس زمین کا

آتش

تار تار پیرہن مین بھر گئی ہی بوے دوست
مثل تصویر نہالی مین ہون یا پہلوے دوست

چہرہ رنگین کوئی دیوان رنگین ہی مگر
حسن مطلع ہین بسین مطلع ہی صاف ابروے دوست

ہجر کی شب ہو چکی روز قیامت سے دراز
دوش سے نیچے نہین اترے ابھی گیسوے دوست

دور کر دل کی کدورت محو ہو دیدار کا
آئینہ کو سینہ صافی نے دکھایا روے دوست

واہ ری شانہ کی قسمت کسکو یہ معلوم تھا
پنجہ پر شل سے کھلینگے عقدہ ہاے موے دوست

داغ دل پر خیر گذرے تو غنیمت جانیے
دشمن جان ہین جو آنکھین دیکھتی ہین سوے دوست

دم نکلینگے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار
چار تلوارون مین شل ہو جائیگا بازوے دوست

فرش گل بستر تھا اپنا خاک پر سوتے ہین اب
خشت زیر سر نہین یا تکیہ تھا زانوے دوست

یاد کرکے اپنی بربادی کو رو دیتے ہین ہم
جب اڑاتی ہی ہواے تند خاک کوے دوست

اس بلاے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

نساخ

کب بہرہ مند شادی وصلت سے ہم نہین
کب چاک اپنے ہاتھون سے دامان غم نہین

گالی مجھے جو دی تو جلے غیر رشک سے
ہوتا ہون قتل لطف و عنایات یار سے
کہتے ہین غیر حال مرا دیکھ دیکھ کر
کرتا ہے مجکو قتل ترا وعدۂ وصال
آسان پھر اہل دل ہے جہان کی سیر
اس بت کے ہجر مین جو ٹپکتے ہین اشک صاف
حل ہو گیا ہے مسئلۂ جبر و اختیار

اس بت کی دشمنی بھی محبت سے کم نہین
ہین زیر بار منت تیغ ستم نہین
تیغ جفا سے تیرے وفادار کم نہین
دمباز تیغ تیز سے کم تیرا دم نہین
کم خط جام سے کبھی نقش درم نہین
سنگ چکان سے کم مرے چشمان نم نہین
ہین قید زلف یار اُسے میرا غم نہین

نساخ ہے جو طائر مضمون کی فکر مین
شہباز تیز پر ہے ہمارا قلم نہین

خاتمۃ الطبع

جان آفرین خدا ے راسپاس کہ رسالۂ نادرۂ عجوبہ بیان تحقیق حقائق اردو زبان موسوم بزبان ریختہ تصنیف لطیف سحر پرور جادو نگار جناب مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ سلمہ الغفار باردوم در مطبع نامی جناب معلی القاب منشی نول کشور سی۔ آئی۔ ای۔ در لکھنؤ بماہ اکتوبر سنہ ۱۸۹۵ء مطابق ماہ صفر سنہ ۱۳۱۳ھ بخوشترین اسلوب زیور تمامی در بر کشیدہ سرمہ کش ارباب بصر گردید